حدیث وسنت

محمد رفیق چودھری

غامدی صاحب اور انکارِ حدیث ⑥

حدیث سے قرآن کے کسی حکم کی تخصیص وتحدید کا مسئلہ

غامدی صاحب کے انکارِ حدیث کا سلسلہ بہت طولانی ہے۔ وہ فہم حدیث کے لیے اپنے من گھڑت اُصول رکھتے ہیں جن کا نتیجہ انکارِ حدیث کی صورت میں نکلتا ہے۔ وہ حدیث اور سنت کی مسلمہ اصطلاحات کا مفہوم بدلنے کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ حدیث کو دین کا حصہ نہیں سمجھتے۔ وہ اس کے ثبوت کے لیے اپنی طرف سے اجماع اور تواتر کی شرائط عائد کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حدیث کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کا کوئی اہتمام نہیں فرمایا تھا۔ حدیث وسنت کے بارے میں اُن کے ہاں کھلے تضادات بھی پائے جاتے ہیں۔

انکارِ حدیث کے حوالے سے وہ حدیث سے کسی قرآنی حکم کی تخصیص وتحدید واقع ہونے کو نہیں مانتے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب 'میزان' میں لکھتے ہیں کہ

> ''قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی، یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا ہے، اُس کے کسی حکم کی تحدید وتخصیص یا اس میں کوئی ترمیم وتغیر نہیں کرسکتا۔ دین میں ہر چیز کے ردّ و قبول کا فیصلہ اس کی آیاتِ بینات ہی کی روشنی میں ہوگا۔''

(میزان: ص ۲۵، طبع سوم مئی ۲۰۰۸ء لاہور؛ اُصول ومبادی: ص ۲۴ طبع فروری ۲۰۰۵ء لاہور)

اپنے اس دعوے کے بارے میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ

> ''حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید وتخصیص کا یہ مسئلہ محض سوء فہم اور قلتِ تدبر کا نتیجہ ہے۔ اس طرح کا کوئی نسخ یا تحدید وتخصیص سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی کہ اس سے قرآن کی یہ حیثیت کہ وہ میزان اور فرقان ہے، کسی لحاظ سے مشتبہ قرار پائے۔''

(میزان: ص ۳۵، طبع سوم مئی ۲۰۰۸ء لاہور؛ اُصول ومبادی: ص ۳۶، طبع فروری ۲۰۰۵ء، لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کے نزدیک

① دین میں ہر چیز کے ردّ و قبول کا فیصلہ صرف قرآن کی روشنی میں ہوگا۔

② حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص نہیں ہوسکتی۔

③ اگر قرآن کے کسی حکم میں حدیث سے تحدید و تخصیص مان لی جائے تو اس سے قرآن کا میزان اور فرقان ہونا مشتبہ اور مشکوک ہوجاتا ہے۔

① کیا دین میں ہر چیز کے ردّ و قبول کا فیصلہ صرف قرآن کی روشنی میں ہوگا؟

غامدی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ دین میں ہر چیز کے ردّ و قبول کا فیصلہ صرف قرآن کی آیاتِ بینات کی روشنی میں ہوگا۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خود قرآن مجید ہی ان کے اس دعوے کی تردید کردیتا ہے۔ وہ ہر معاملے کے فیصلے کے لیے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں دین کے ہر معاملے کا فیصلہ قرآن اور حدیث و سنت کی روشنی میں کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء:۵۹)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن کی جو تم میں سے اہل اختیار ہیں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

یہ آیت اس بارے میں نص قطعی ہے کہ اہل ایمان کے درمیان کسی بھی مسئلے کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لیے اللہ و رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دین کے ہر معاملے میں ردّ و قبول کا فیصلہ قرآن اور حدیث و سنت کی روشنی میں ہوگا، نہ کہ صرف قرآن کی روشنی میں۔

چنانچہ غامدی صاحب کے استاد مولانا امین احسن اصلاحی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے:

''رد إلی اللہ والرسول کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی امر میں شریعت کا حکم معلوم کرنا ہو تو

پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اگر اس میں نہ ملے تو نبی ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرے۔ اگر اس میں نہ ملے تو پھر اس کے معلوم کرنے کا راستہ اجتہاد ہے۔''

(تدبر قرآن: جلد۲، ص ۳۲۵، طبع ۱۹۸۳ء لاہور)

پھر مولانا اصلاحی نے اس آیت کی مزید تفسیر کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ

''اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ قانونِ اسلامی کے مرجع کی حیثیت سے کتاب اللہ کی طرح سنتِ رسول ﷺ کی حیثیت بھی مستقل اور دائمی ہے۔ اس لیے کہ فرمایا کہ فردّوہ الی اللہ والرسول (پس اس کو اللہ و رسولؐ کی طرف لوٹاؤ) ظاہر ہے کہ یہ ہدایت نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی تک کے لیے محدود نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ اس اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب امکان تو حضورؐ کی وفات کے بعد ہی تھا اور آیت خود شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل ہی سے ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی سنت ہی ہے جو آپؐ کے قائم مقام ہوسکتی ہے۔'' (ایضاً: جلد۲، ص ۳۲۶، طبع ۱۹۸۳ء لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی کا یہ دعویٰ کہ دین میں ہر چیز کے ردّ و قبول کا فیصلہ صرف قرآن کی روشنی میں ہوگا، ایسا بے اصل اور غلط دعویٰ ہے جو کہ قرآنِ مجید کے بھی خلاف ہے، سنت کے خلاف ہے، اجماعِ صحابہؓ و اجماعِ اُمت کے بھی خلاف ہے اور اُن کے بھی خود اپنے اُستاذ امام کے موقف کے بھی خلاف ہے۔

② کیا حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تحدید یا تخصیص ہوسکتی ہے؟

غامدی صاحب کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے ذریعے قرآنِ مجید کے بہت سے احکام کی تحدید اور تخصیص ہوئی ہے اور اہل علم کے ہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حدیث سے قرآنی حکم کی تحدید کی مثالیں

حدیث کے ذریعے قرآنِ مجید کے کئی احکام میں تحدید واقع ہوئی ہے۔ ذیل میں اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ

أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾ (النساء:۳۴)

''اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو اُنہیں سمجھاؤ، ان سے ہم بستری چھوڑ دو اور (اس پر نہ مانیں تو) اُنہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف الزام تراشی نہ کرو۔ بے شک اللہ سب سے برتر اور بہت بڑا ہے۔''

اس آیت کے الفاظ: واضربوھن (اور ان بیویوں کو مارو) مطلق تھے اور یہ مارنا ہر طرح مارنا اور زخمی کرنا ہوسکتا تھا، لیکن ایک حدیث کے ذریعے قرآن کے اس مطلق حکم میں یہ تحدید (تقیید) ہوگئی ہے کہ صرف ایسی مار جائز ہے جو اتنی تکلیف دہ نہ ہو کہ اُس سے کسی عضو کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

«فاضربوھنّ ضربا غیر مبرح» ...... (صحیح مسلم حدیث:۲۹۵۰)

''پس تم ان کو اتنا مار سکتے ہو جو ایسا تکلیف دہ نہ ہو کہ اس سے انکے کسی عضو کو کوئی نقصان پہنچے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث سے قرآن کے کسی حکم کی تحدید ہوسکتی ہے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ غامدی صاحب نے خود اپنے 'اُصولِ حدیث' کے خلاف حدیث کے ذریعے قرآن کی مذکورہ آیت کے حکم وَاضْرِبُوْهُنَّ (اور ان بیویوں کو مارو) کی تحدید مانی ہے کہ اس سے مراد صرف ایسی سزا ہے جو پائیدار اثر نہ چھوڑے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب 'میزان' اور 'قانونِ معاشرت' میں لکھتے ہیں کہ

''نبی ﷺ نے اس کی حد 'غیر مبرح' کے الفاظ سے متعین فرمائی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی سزا نہ دی جائے جو کہ پائیدار اثر چھوڑے'' (میزان: ص۴۲۳، طبع سوم ۲۰۰۸ء، لاہور؛ قانونِ معاشرت، ص۳۰، طبع اوّل، مئی ۲۰۰۵ء، لاہور)

دین کے بارے میں ایسے کھلے تضاد کا حامل ہونا صرف غامدی صاحب ہی کو زیب دیتا ہے۔

② تحدید کی دوسری مثال یہ ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (البقرۃ:۲۲۲)

''اور وہ آپؐ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپؐ کہیں وہ ایک گندگی ہے لہٰذا اس میں بیویوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، اُن کے قریب نہ جاؤ۔''

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ فاعتزلوا النساء فی المحیض (پس تم بیویوں سے اُن کے حیض کی حالت میں الگ رہو) یہ الگ رہنا ایک مطلق حکم ہے جس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ایسی حالت میں بیویوں سے الگ تھلگ رہو، اُن کو الگ مقام پر رکھو، ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دو اور ان سے میل جول نہ رکھو۔ لیکن اس بارے میں صحیح احادیث سے قرآن کے اس مطلق حکم کی تحدید ثابت ہے کہ ایسی حالت میں بیویوں سے صرف مباشرت منع ہے، اس کے سوا سب کچھ جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث سے کسی قرآنی حکم کی تحدید ہوسکتی ہے۔

خود غامدی صاحب حدیث کے ذریعے قرآن کے اس مطلق حکم کی تحدید کو مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسی حوالے سے ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''اُنہی (سیدہ عائشہؓ) سے روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی حیض کی حالت میں ہوتی اور رسول اللہ ﷺ اس کے قریب آنا چاہتے تو ہدایت کرتے کہ حیض کی جگہ پر تہ بند باندھ لے، پھر قریب آجاتے۔'' (صحیح بخاری حدیث:۲۹۶)

(میزان: ص۴۳۳، طبع سوم، مئی ۲۰۰۸ء؛ قانونِ معاشرت: ص۴۳، طبع اوّل، مئی ۲۰۰۵ء، لاہور)

اس طرح غامدی صاحب پہلے اپنا یہ اُصولِ حدیث بتاتے ہیں کہ حدیث سے قرآن کے کسی حکم کی تحدید نہیں ہوسکتی اور پھر اپنے اس اُصول کی خود ہی خلاف ورزی کرتے ہوئے قرآن کے احکام کی تحدید حدیث ہی سے ثابت کردیتے ہیں۔

❀ حدیث کے ذریعے کسی قرآنی حکم میں تخصیص واقع ہونا اہل علم کے نزدیک ثابت ہے۔ اس کی پہلی مثال یہ ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ...﴾ (النساء:۱۱)

''اللہ تمہارے اولاد کے بارے میں تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ (وراثت میں) ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا جائے......''

اس آیت سے واضح ہے کہ اولاد ہر حال میں اپنے والدین کے ترکے کی وارث ہوگی اور بیٹے کو بیٹی سے دگنا حصہ ملے گا۔ لیکن صحیح حدیث میں ہے کہ

«لا يرث القاتل شيئًا» (سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، حدیث ۴۵۶۴)

''قاتل وارث نہیں ہوسکتا۔''

اس لیے اگر کوئی بد بخت لڑکا اپنے باپ کو قتل کر دے گا تو مذکورہ حدیث کے حکم کے مطابق اپنے مقتول باپ کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

قرآن کا حکم عام تھا کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے ترکے کا وارث ہوگا مگر حدیث نے قاتل بیٹے کی تخصیص کر دی کہ وہ اپنے باپ کے ترکے کا وارث نہیں ہو سکتا۔ یہی اسلامی شریعت ہے اور اہل علم کا اسی پر اتفاق اور اجماع ہے کہ قاتل کو مقتول کی وراثت سے محروم کیا جائے گا۔ اس طرح حدیث نے قرآن کے ایک حکم عام میں تخصیص کر دی ہے۔

☆ تخصیص کی دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ:۲۷۵)

''اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔''

مذکورہ آیت ہر طرح کی تجارت کو حلال ٹھہراتی ہے، کیونکہ اس میں عموم پایا جاتا ہے۔ لیکن صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث ہے کہ

«إن الله ورسوله حرّما بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام»

''بے شک اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے شراب، مردہ جانور، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔'' (صحیح بخاری: کتاب البیوع، حدیث ۲۲۳۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں شراب، مردہ جانور، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام ہے۔ اب اگر قرآن کے حکم کو دیکھا جائے تو ہر قسم کی تجارت حلال ہے، کیونکہ قرآنی الفاظ میں عموم ہے۔ لیکن قرآن کے اس حکم عام میں حدیث کے ذریعے یہ تخصیص ہوئی ہے کہ شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام ہے اور قرآن میں جس تجارت کے حلال ہونے کا ذکر ہے اس میں شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت شامل نہیں ہے۔

اب اگر غامدی صاحب کے بتائے اس اُصولِ حدیث کو مانا جائے کہ حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تخصیص نہیں ہو سکتی تو پھر مذکورہ صحیح حدیث کا انکار کرنا پڑے گا اور اسلام میں شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت بھی حلال ہو جائے گی جو غامدی صاحب کی خود ساختہ شریعت تو ہو سکتی ہے مگر وہ اسلامی شریعت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث سے قرآن کے کسی حکم میں تحدید و تخصیص کو نہ ماننا ''محض سوئے فہم اور قلتِ تدبر کا نتیجہ ہے۔''

③ کیا حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم کی تحدید یا تخصیص ہونے سے قرآن کا میزان اور فرقان ہونا مشتبہ ہو جاتا ہے:

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ اگر حدیث سے کسی قرآنی حکم کی تخصیص یا تحدید مان لی جائے تو اس سے قرآن کا میزان اور فرقان ہونا مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے ذریعے قرآنی احکام میں تخصیص اور تحدید واقع ہونے سے قرآنِ مجید کا فرقان ہونا قطعاً مشتبہ نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے قرآنی احکام کی وضاحت ہو جاتی ہے اور ان کا صحیح مدعا اور منشا معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ اُوپر کی مثالوں سے واضح ہے۔

رہی یہ بات کہ قرآن کو 'میزان' کہا گیا ہے تو یہ بالکل ایک غلط اور بے اصل بات ہے۔ قرآن نے اپنی صفت میزان کہیں بھی بیان نہیں فرمائی۔ اُمت کے معتمد اور ثقہ اہل علم میں سے کسی نے کبھی بھی میزان کو قرآن کی صفت قرار نہیں دیا۔

اسی طرح حدیث کے ذریعے قرآن کے کسی حکم میں تخصیص یا تحدید ہونے سے اُس کا فرقان ہونا کسی طرح مشتبہ یا مشکوک قرار نہیں پاتا۔ فرقان بلا شبہ قرآن کا صفاتی نام ہے اور قرآن سے ثابت بھی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں بہت سے احکام مجمل طور پر بیان ہوئے ہیں اور حدیث ان کی تفصیل اور تشریح کرتی ہے۔ حدیث کے ذریعے قرآن کے بہت سے مجمل احکام کی وضاحت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کا فرقان ہونا کسی طرح مشتبہ یا مشکوک نہیں ہو جاتا۔ یہ غامدی صاحب کا محض وہم ہے اور وہم کا کوئی علاج نہیں ہے۔

محدث کے سالانہ خریداروں سے گزارش

سال ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء میں مدتِ خریداری ختم ہونے پر محدث کے خریداروں کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی گئی لیکن بعض خریداران نے ابھی تک تجدید نہیں کروائی۔ ایسے خریدار جنہوں نے دسمبر ۲۰۰۷ء کے بعد زرِتعاون جمع نہیں کرایا، ان سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد زرِسالانہ بھیج کر تجدید کروائیں۔ یاددہانی کی عدمِ پیروی کی صورت میں ہم ان کے نام ڈاک فہرست سے بادلِ نخواستہ کاٹنے پر مجبور ہوں گے۔ مزید برآں جن خریداران کو دسمبر ۲۰۰۸ء اور مارچ ۲۰۰۹ء سے مدتِ خریداری ختم ہونے کے پوسٹ کارڈ بھیجے گئے ہیں، وہ بھی پہلی فرصت میں ادائیگی فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ آئندہ محدث کی خریداری جاری نہیں رکھنا چاہتے تو تب بھی بذریعہ خط یا فون دفتر 'محدث' کو فوری مطلع فرمائیں۔ شکریہ! منیجر 'محدث' 03334244434